ابوالوفا محمد یونس کراچی

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ کی شانِ عظمت

حضرت امام بخاری رح کی شان عظمت کے عنوان سے یہ مضمون قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ تاکہ میرے لئے حصول ثواب کا سبب بنے۔ اور منکرین حدیث کے لئے غور و خوض سے پڑھنے کے بعد صراط مستقیم کی طرف آنے کا ذریعہ بنے۔ اور ان پر یہ حقیقت آشکارا ہو جائے۔ کہ حضرت امام بخاری رح کی شہرہ آفاق کتاب (جسے اُصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری کہا جاتا ہے۔) درحقیقت کس شان کی کتاب ہے۔ اور حضرت امام بخاری رح کے متعلق ان کے اساتذہ کرام کی کیا رائیں ہیں۔

صحیح بخاری کی عظمت اور رفعتِ شان

حضرت امام بخاری رح کی کل تصنیفات میں الجامع الصحیح جو آج صحیح بخاری رح کے نام سے مشہور ہے۔ اور دنیا کے تمام ان حصوں میں جہاں جہاں اسلامی اثر پہنچا ہے شائع ہے۔ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ جن وجوہات سے مسلمانوں نے امام بخاری رح کو امام المحدثین امیر المومنین فی الحدیث کا لقب دیا۔ ان میں یہ ایک مبارک کتاب بھی ہے۔ یہ رتبہ یہ فضیلت یہ شرف باعتبار متقدمین سے لے کر متاخرین تک اسلام میں کسی نہ کسی محدث کی تصنیف کو حاصل ہوا۔ نہ کسی فقیہ اور امام کی تالیف کو آج اسلام میں کتاب اللہ کے بعد کس کی تالیف اور کون سی کتاب ہے۔ جس کے آگے کل اسلامی دنیا سر تسلیم خم کرتی ہے۔

لہ الکتاب الذی یتلوا لکتاب ھدی

ھذی السیادۃ طوداً لیس ینصدع

صحیح بخاری ایک ایسی کتاب ہے۔ کہ اگر صرف اس کی تاریخ لکھی جائے، اور ہر پہلو سے اس پر مستقل بحث کی جائے۔ تو کئی ضخیم جلدیں لکھنی پڑیں۔ علامہ ابن خلدون اپنی مشہور تاریخ کے مقدمے میں (جس میں انہوں نے علم تاریخ کے حکیمانہ اصول اور فلسفیانہ نکتے و تمدنی قواعد و ضوابط بیان کیے ہیں) فرماتے ہیں ولقد سمعت کثیرا من شیوخنا رحمهم الله یقولون شرح کتاب البخاری دین علی الامة

یعنی میں نے اکثر اساتذہ اور شیوخ کو فرماتے سنا۔ کہ صحیح بخاری کی شرح لکھنے کا قرض امت پر اب تک باقی ہے۔ علمائے ملت اسلام میں سے کسی نے اس کی ایسی شرح نہیں لکھی۔ جس سے امت کا یہ قرض ادا ہو۔ اور امت مسلمہ کو قرض دین سے سبک دوشی حاصل ہو۔ گو شروح بہت ہو چکیں۔ لیکن وہ نکات فقہیہ جو امام بخاری نے تراجم الابواب میں ودیعت رکھے ہیں۔ اور وہ علمی خزائن اور فنون حدیثیہ و تاریخیہ کے دقائق جو انہوں نے ایک ہی حدیث کے تکرار۔ تعلیق۔ موقوف۔ موصول لانے میں رکھے ہیں۔ کسی نے ان کا استیعاب نہیں کیا" اور علامہ موصوف امام بخاری رح کی دقتِ نظر اور تفقہ و صحیح بخاری کے عنوانِ تالیف اور ابواب فقیہہ پر ریمارک فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لیکن صحیح بخاری فن حدیث کی تمام کتابوں سے درجے میں بلند ہے۔ اس کا پایہ نہایت بلند ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے اس کی شرح کو نہایت مشکل خیال کیا ہے اور اس کے مطالب تک ——— راہ یابی کو نہایت دشوار سمجھا ہے۔ کیونکہ اس کے مقاصد پر راہ یابی کے لئے ضرورت ہے۔ کہ ایک ایک حدیث کی متعدد سندوں کے سلسلے سے واقفیت حاصل کی جائے۔ اور ان کے رجال سے جن میں کوئی شامی ہے۔ کوئی عراقی۔ کوئی حجازی۔ کوئی بصری۔ ہر ایک سے پوری پوری واقفیت پیدا کی جائے۔

ان کے موالید اور ان کے نقاد وغیرہ کے حالات کے ماسوا اس سے بھی واقفیت حاصل کی جائے۔ کہ لوگ ان کے بارے میں کیا اختلاف رکھتے ہیں۔ اس لئے صحیح بخاری کے ابواب میں غائر نظر کی ضرورت ہے۔

امام بخاری رح ایک ترجمۃ الباب لکھ کر اس کے تحت میں ایک حدیث کسی سند

سے لاتے ہیں۔ پھر دوسرا باب لکھتے ہیں۔ اور اس میں بھی وہی حدیث دوسری سندوں سے لاتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ دوسرے باب کے مناسب بھی اس حدیث میں معنی مابہ الاستدلال موجود ہوتا ہے۔ اس طرح کئی کئی ترجمۃ الباب میں ایک ہی حدیث لاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ظاہر نظر میں وہ حدیث مکرر سہ کرّر ہو جاتی ہے۔ (حالانکہ واقع میں تکرار نہیں۔ بلکہ یہ ظاہری تکرار علاوہ مسئلہ فقہیہ کے کسی نکتہ حدیثیہ یا تاریخیہ کی وجہ سے نہایت مفید ہوتی ہے۔) پس جس نے صحیح بخاری کی شرح لکھی۔ اور ان باتوں پر اس نے کامل بحث نہ کی۔ اس نے صحیح بخاری کی شرح کا حق ادا نہیں کیا۔ جس طرح علامہ ابن بطال یا علامہ المہلب بن ابی صفرہ یا ابن التین کی شرحیں ہیں۔

علامہ ابن خلدون آٹھویں صدی کے مورخ ہیں۔ نویں صدی کے ابتدا میں وفات پائی۔ مقدمہ تاریخ کو انھوں نے ۷۹۷ھ میں ختم کیا ہے۔ اس وقت تک صحیح بخاری کی شرح کثرت سے لکھی جا چکی تھی۔ تیسری صدی کے بعد ہی سے اس کی شرح کی طرف اہل علم متوجہ ہو گئے۔ لیکن اس فاضل مورخ کے تتبع واستقرا اور تحقیق میں کوئی شرح اس قسم کی نہیں لکھی گئی۔ جو صحیح بخاری کے نکات فقہیہ اور اور تدقیقات حدیثیہ وتاریخیہ کی طرف پوری طرح رہبر ہو سکے۔ جہاں تک خیال کیا جاتا ہے۔ موجودہ زمانہ تک صحیح بخاری کے شروح کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے۔ اور اہل علم نے کوئی پہلو یا کوئی موضوع ایسا نہیں چھوڑا۔ جس پر بحث نہ کی ہو۔ کسی نے نحوی تحقیقات۔ سے بحث کی۔ کسی نے صرف تراجم ابواب کو موضوع ٹھہرا کر کتاب لکھی۔ کسی نے لغات سے بحث کی۔ کسی نے رجال سے کسی نے تعلیقات کو موصول کیا۔ کسی نے متابعات سے بحث کی۔ کسی نے استخراج کیا۔ کسی نے استدراک کیا۔ کسی نے تنقید پر کتاب لکھی۔

تاہم امام بخاریؒ کے دقیق خیال اور لطیف استدلال تک بہت کم لوگوں کی رسائی ہوئی۔ علامہ ابوالخیر سخاوی التبر المسبوک۔ فی ذیل السلوک میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کے ترجمہ میں فتح الباری کی نسبت رقمطراز ہیں۔

وزال ذلک الدین الذی اشار الیه ابن خلدون القائل بان شرح البخاری الی الآن

دین علی هذه امة الفرت عنه بالوفاء والاستیفاء

یعنی اگر فاضل ابن خلدون کو فتح الباری سے واقفیت ہوتی ہوتی۔ تو جنہوں نے یہ لکھا تھا۔ کہ صحیح بخاری کی شرح کا دین امت پر باقی ہے۔ تو اس شرح کو دیکھ کر ان کی آنکھیں دین کے پانی سے ٹھنڈی ہوتیں۔ لیکن بقول ہمارے بعض شیوخ کے کیا معلوم کہ فاضل مورخ کے بلند خیال میں بھی دین ادا ہوا یا ابھی باقی ہے۔

حقیقت امر یہ ہے۔ کہ

یزید وجهه حسنا اذا ما زدته نظرا

یہ مصرع شاید اسی مبارک کتاب کے لئے موزوں ہوا ہے۔ جس قدر جس کو زیادہ غور کا موقع ملتا ہے۔ اسی قدر نکات فقہیہ اور تدقیقات حدیثیہ سے اس کے دل و دماغ کو بہرہ یابی ہوتی ہے۔ اس کی رفعت شان کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے۔ کہ تینتیس کروڑ افراد انسانی (باستثنائے معدودے چند) اس کو مایہ ناز سمجھتے ہیں۔ اور یقین کرتے ہیں۔ کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال۔ افعال۔ تقریرات اس تنقید اور تحقیق کے ساتھ اس کتاب میں جمع کئے گئے ہیں۔ کہ اس سے بڑھ کر ہونا غیر ممکن ہے۔ وہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ امام بخاری رح نے اپنی جان فشانی اپنی محنت اپنی سعی اپنی جاں نثاری اپنے خداداد حافظہ کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ اگلی امتوں کو تو چھوڑو۔ اس امت میں بھی اس دل و دماغ اور اس خیال کے چیدہ اشخاص ہوئے۔ جن کا شمار انگلیوں پر کیا جاتا ہے۔ کوئی رائے و قیاس میں لپٹ کر رہ گیا۔ کوئی دوسرے فنون میں آج حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی یہ چار فرقے اہل سنت کے مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سی ضمنی تقسیمیں ہیں۔ اور ان کے اقسام الگ الگ ناموں سے نامزد ہیں۔ اسی طرح عقائد تصوف کے اعتبار سے کتنی تقسیمیں ہیں۔ لیکن قرآن کے بعد اس کتاب کی صحت کا اقرار کرنے اور ماننے میں متساویہ الاقدام ہیں اور عرب و عجم اہل حجاز اہل شام اہل عراق اہل ہند۔ ترکی۔ کابلی۔ بربری۔ افریقی۔ رومی روسی۔ بدوی۔ شہری محدث۔ فقیہ۔ متکلم۔ صوفی سب برابر مانتے ہیں۔ وہ اہل تقلید جن کو چشم بصیرت نہیں ان کے لئے ان کے مقتداؤں کے اقوال کافی ہیں۔ افسوس کہ ہم ان شہادتوں کے نقل کرنے سے مجبور ہیں۔ ہماری اس کتاب کے حجم کے اضعافاً مضاعفاً ہونے سے بھی ان کا استیعاب نہیں ہو سکتا۔ ہاں کسی موقعہ پر ناظرین کی تشفی کے لئے نمونہ

از خود اس سے نقل ہوں گے۔ اسلام میں خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے۔ بالخصوص وہ خواب جس میں کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس بنا پر وہ مستند خواب جس کا سلسلہ سند امام بخاری رح تک پہنچتا ہے بہت ہی باوقعت ہوگا۔ فربری وراق سے ناقل ہیں۔ کہ وراق (امام بخاری کے کاتب) بیان کرتے ہیں۔ میں نے امام بخاری رح کو خواب میں دیکھا۔ کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مبارک قدم اٹھاتے ہیں۔ تو امام بخاری رح اپنا قدم حضرت کے نشانِ قدم پر رکھتے جاتے ہیں۔ نجم بن فضیل بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف سے باہر تشریف لائے۔ اور امام بخاری رح آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے نشان پر چلے جارہے ہیں۔ ان دونوں خوابوں کے علاوہ ابو سہیل مروزی بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے ابو زید مروزی سے سنا۔ وہ بیان کر رہے ہیں کہ میں رکن بیت اللہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سو رہا تھا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ ابو زید! شافعی کی کتاب کا درس میری کتاب رہتے ہوئے کب تک دیا کرو گے؟

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی کون سی کتاب ہے۔؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الجامع الصحیح لمحمد بن اسمٰعیل

ٹومس ولیم بیل اور نیشنل بیوگریفیکل ڈکشنری مطبوعہ لندن ۱۸۹۰ء میں لکھتے ہیں

امام بخاریؒ کی تصنیف صحیح بخاری کی سب سے زیادہ قدر کی جاتی ہے۔ اور روحانی و دنیاوی معاملات غرض دونوں حیثیت سے قرآن کے بعد معتبر سمجھی جاتی ہے۔ آگے لکھتے ہیں۔ اس کتاب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وحیاں و الہامات اور افعال و اقوال ہی مندرج نہیں ہیں۔ بلکہ قرآن کے اکثر مشکل مقامات کی تفسیر بھی درج ہے۔

امام بخاریؒ کو صحیح بخاری کی تالیف کا خیال کیونکر ہوا ؟

صحابہ کرام کے زمانہ کو ہم آفتاب نصف النہار یا روز روشن سے — تو اور تابعین کے زمانہ کو شفق کے ساتھ تشبیہ دیں۔ تو نہایت بجا ہے۔ روز روشن میں اندھیرے کا خیال اور اس کی روشنی کی فکر چیدہ لوگوں کو ہوتی ہے۔ آفتاب غروب ہونے پر بھی روشنی باقی رہتی ہے۔ اسی کا نام شفق ہے۔ گو ابتدا میں اس وقت بھی روشنی بقدر معتد بہ رہتی ہے۔ لیکن جس قدر وقت گذرتا جاتا ہے۔ روشنی دھیمی ہوتی جاتی ہے اور شب کی اندھیری کا خیال ہر کس و ناکس کو ہوتا جاتا ہے۔

صحابہ ہی کے زمانہ میں کتابت حدیث کا خیال پیدا ہوگیا تھا۔ عبد اللہ بن عمرو بن عاص حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ وغیرہ کے پاس حدیثیں لکھی ہوئی تھیں۔ تابعین اور تبع تابعین میں ضرورت محسوس ہوئی۔ اور تبع تابعین کے زمانہ میں بہ نسبت تابعین کے زیادہ تر اس کا خیال ہوا۔ کیونکہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت کی بدولت جس قدر حقیقت سے آگاہ تھے۔ چنانچہ ان کے اوصاف افضل اعرف، اعلم اعمق (بصیغہ تفضیل) وارد ہوئے۔ تابعین ان کی صحبت سے فیض یاب ہو کر بہت کچھ حقائق شرح سے خبردار تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ کمی ہوتی جاتی تھی۔ محاورات بدلتے جاتے تھے۔ مفاہیم میں تغیرات پیدا ہوتے جاتے تھے۔ اور ایک ایسا اندھیرا وقت چلا آتا تھا۔ جس کے لئے ان کے پہلے سے غیر معمولی قوت سے روشنی کا اہتمام کرنا تھا۔ تبع تابعین نے کمر ہمت چست باندھ کر یہ کام وسیع پیمانہ پر شروع کیا۔ اور محدثین نے جان توڑ سعی سے اس کی تکمیل کر ڈالی۔

ابتداً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کتابت حدیث کی ممانعت کردی گئی تھی۔ اور صاف کہہ دیا گیا تھا۔

لا تکتبوا عنی شیئاً الا القرآن ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحہ (مسلم)

یعنی مجھ سے بجز قرآن اور کوئی چیز نہ لکھا کرو۔ اگر کچھ لکھا ہو تو اس کو مٹا دو۔ یہ اہتمام اس واسطے کیا گیا۔ کہ قرآن کا اور چیزوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو جائے۔

لیکن زبانی تبلیغ کی وہی تاکید رہی۔ صرف کتابت کی ممانعت کردی گئی تھی۔ جب ایک معتدبہ زمانہ گزر گیا۔ اور اس اختلاط کا اندیشہ جاتا رہا۔ تو آگے چل کر کتابت حدیث کی اجازت دے دی گئی۔ اور جب ابو شاہ یمنی نے حجۃ الوداع کے خطبے کے لکھ دینے کی درخواست کی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور کرلی۔ اور صاف لفظوں میں فرمایا۔ اکتبوا لابی شاہ یعنی ابوشاہ کے لیے یہ خطبہ لکھ دو۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص حدیث کو لکھ لیا کرتے تھے۔ ان کو بعض لوگوں نے منع کیا۔ لیکن عبداللہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ تو آپ نے انگلیوں کے اشارے سے فرمایا۔ لکھ لیا کرو۔ اسی طرح حضرت عمر اور حضرت انس اور دیگر صحابہ و تابعین نے اس کی سخت تاکید کی۔ لیکن اس اجازت اور صحابہ و تابعین کی تاکید پر بھی قرون اولیٰ میں چنداں کتابت حدیث کا رواج نہ ہوا۔ وہ لوگ ابتدائی ممانعت کی وجہ سے حفظ کے اس قدر خوگر ہوگئے تھے۔ کہ کتابت ان کو جبر ہوتی۔ ابوسعید خدری سے ان کے شاگردوں نے کہا۔ کہ ہمیں یاد کرنے میں وقت محسوس ہوتی ہے۔ آپ لکھا دیجئے۔ ابوسعید خدری نے سخت انکار کے لہجے میں فرمایا۔ ہم نہیں لکھائیں گے۔ جس طرح ہم نے حدیثوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زبانی یاد کیا ہے۔ تم بھی ہم سے زبانی یاد کرو۔ ہم حدیثوں کو قرآن بنانا نہیں چاہتے۔ اسی طرح ابوہریرہؓ سے بھی درخواست کی گئی۔ تو انھوں نے بھی وہی جواب دیا۔

دوسری وجہ یہ تھی۔ کہ اس قرن کے مسلمانوں میں سیلان ذہن خداداد حافظہ کچھ ایسا تھا۔ کہ ان کو لکھنے اور جمع کرنے کی عادت ہی نہ تھی۔ ان کا کام یوں ہی بآسانی چلتا تھا۔ اور ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ اکثر ان قرون کے مسلمان کتابت نہیں جانتے تھے

تابعین کے آخر زمانہ میں جب کہ علمائے اسلام دور دراز ممالک میں منتشر ہو گئے۔ اور روافض و خوارج اور منکرین تقدیر کی بدعتوں کا شور اٹھا۔ گویا شفق کی روشنی بھی اب غائب ہونے لگی۔ تو آثار و احادیث کی تدوین شروع ہوئی۔ اور ہر فن کی ابتدائی حالت جیسی رہتی ہے۔ اس کی بھی رہی۔ لیکن خلیفۂ وقت عمر بن عبدالعزیز کی تاکید نے ایک ہل چل مچادی۔ اور آناً فاناً احادیث کا دفتر تیار ہوگیا۔ ربیع بن صبیح سعید بن ابی عروبہ اور ان کے چند معاصرین نے اس کام میں پہلے حصہ لیا۔ اس ابتدائی دور

میں تدوین کا طریقہ یہ رہا۔ کہ ہر باب کو علیحدہ اجزا میں بلکہ ہر قسم کے آثار و احادیث کو بلحاظ ترتیب اکٹھا کر دیتے۔ ان کے بعد تبع تابعین اٹھے۔ اور احکام جمع کئے۔

مدینہ میں امام مالک نے مؤطا لکھی۔ جس میں یہ التزام کیا۔ کہ اہل حجاز کی قوی قوی حدیثیں لائیں۔ لیکن اس کے ساتھ صحابہ اور تابعین کے فتاوی بھی شامل کیئے

مکہ میں ابن جریج۔ شام میں امام اوزاعی کوفہ میں سفیان ثوری بصرہ میں حماد بن سلمہ نے اپنی اپنی طرز پر تصنیفیں کیں۔ ان کے بعد ان کے بہت سے معاصرین نے انہیں کی طرز اختیار کی۔ اور علم حدیث کی تدوین و ترتیب کی۔ جب اور کچھ ترقی ہوئی۔ تو بعض آئمہ کو یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ "صرف حدیث نبوی بلا اختلاط آثار صحابہ و تابعین" جمع کریں۔ اس خیال پر عبید اللہ بن موسیٰ کوفی نے ایک مسند لکھی۔ اسی طرح مسدد بن مسرہد اور اسد بن موسیٰ اموی اور نعیم بن حماد نزیل مصر نے بھی اپنی اپنی مسندیں جمع کیں اور آئمہ بھی انہیں کے نشان قدم پر چلے۔ حتیٰ کہ حفاظ حدیث میں بمشکل ایسے لوگ ملیں گے۔ جنہوں نے اپنی مرویات احادیث کو مسند کے طور پر جمع نہ کیا ہو۔ منجملہ ان جامعین کے امام احمد بن حنبل عثمان بن ابی شیبہ اسحاق بن راہویہ نہایت ممتاز لوگ ہیں۔ امام احمد بن حنبل کی جو مسند آج طبع ہو کر شائع ہے۔ اور اہل اسلام اس سے نفع اٹھا رہے ہیں ان مسندوں میں خاص امتیاز رکھتی ہے۔ بعض حفاظ نے مسند اور ابواب دونوں طریقوں پر جمع کیا۔ جیسے ابوبکر بن ابی شیبہ امام بخاری رح نے ان تصانیف کو دیکھا۔ اور ان کو جانچا۔ اور ان میں ہر طرح کی صحیح اور ضعیف حدیثوں کو مخلوط پایا۔ تو ان کا قصد یہ ہوا۔ کہ صرف صحیح صحیح احادیث کو جمع کریں۔ جن میں کسی کو شک نہ ہو۔

علاوہ بریں امام اسحٰق بن راہویہ نے امام بخاری رح کو اس کی فرمائش بھی کی تھی ابراہیم بن معقل نفسی کہتے ہیں۔ کہ امام بخاری نے بیان کیا۔ ہم لوگ ایک روز امام اسحٰق بن راہویہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا۔ جمعتم کتابا مختصرا الصحیح سنن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کاش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح صحیح حدیثوں سے ایک مختصر کتاب تم جمع کرتے۔ امام بخاری رح فرماتے ہیں۔ فوقع ذالک فی قلبی میرے جی میں یہ بات بیٹھ گئی۔ اور آگ میں روغن کا کام دے گئی۔ میں نے اسی وقت سے جامع صحیح کی تدوین شروع کر دی۔

ایک تیسری وجہ یہ تھی۔ کہ امام بخاری نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ کہ میں آپ کے حضور میں کھڑا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک پنکھا ہے جس سے میں آپ کے اوپر سے مکھیوں کو ہانک رہا ہوں۔ بیدار ہو کر معبرین سے تعبیر پوچھی۔ تعبیر دینے والوں نے یہ تعبیر دی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ کی طرف جن جھوٹی حدیثوں کی نسبت کی جاتی ہے۔ تم ان کو دفع کرو گے۔ حدیث میں وارد ہے کہ سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے۔ اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اس نے واقعی اور صحیح دیکھا۔

اس لئے اس متبرک خواب نے امام المحدثین کے شوق کو اور بھی دوگنا کر دیا اور جامع صحیح کی تالیف میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

شروط صحیح بخاری

امام ابو عبداللہ حاکم نے یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ امام صاحب نے صحیح بخاری کی مسند حدیثوں کے لئے (جو اصل موضوع کتاب ہیں۔) یہ شروط معین فرمائے ہیں کہ ہر صحابی سے دو مشہور تابعیوں نے روایت کی ہو۔ اور ہر تابعی سے دو دو راوی ثقہ عادل ضابطہ جامع شروط صحت نے روایت کی ہو۔ اسی طرح سلسلہ روایت ہر طبقہ میں چلا جائے۔ یہاں تک کہ امام بخاری تک وہ حدیث پہنچی ہو۔

علامہ ابو معمر مبارک ابن احمد نے حاکم کے اس دعوے سے مخالفت کی۔ اور کہا کہ یہ دعویٰ حاکم کا صحیح بخاری کی اکثر مسند حدیثوں میں ٹوٹ جاتا ہے۔ جن کو صحابی سے صرف ایک ہی مشہور تابعی نے روایت کی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ مبارک بن احمد کا یہ اعتراض حاکم کے کلیہ پر تو ضرور پڑتا ہے۔ جس سے بعض صحابی سے روایت لینے والوں تابعیوں میں اگرچہ یہ قاعدہ کلیہ سالم نہیں رہتا۔ لیکن تابعی نیچے والے راویوں میں یہ شروط ضرور پائی جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے دوسرے محدثین نے حاکم کی طرح یہ دعویٰ نہیں کیا۔ انھو نے صحیح بخاری کی حدیثوں کے لئے ذیل کے شروط بیان کیئے۔

سب ناقلین و رواۃ حدیث صحابی تک ثقہ ہوں۔ اور ان کی ثقاہت پر اتفاق ہو یعنی رواۃ مُسلّم۔ صادق۔ غیر مدلس۔ غیر مختلط متصف بصفات عدالت۔ ضابطہ۔ عفظ

سلیم الذہن، قلیل الوہم، سلیم الاعتقاد ہوں۔ اور یہ صفات اعلیٰ درجہ کے ہوں

(۲) سلسلہ روایت منقطع نہ ہو

(۳) اگر معنعن روایت ہو تو راوی کا اپنے شیخ سے لقا ضرور ہونا چاہیے۔

(۴) اس حدیث کی صحت اور مقبولیت پر امام بخاری سے پہلے کے محدثین کا اتفاق ہو۔ یا امام بخاری کے معاصرین کا اتفاق ہو۔

(۵) علت اور شذوذ سے خالی ہو۔

باوجود ان صفات کے جو راویوں کے لئے اوپر مذکور ہوئے۔ رواۃ اعلےٰ طبقے کے ہوں۔ ادنیٰ یا اوسط غیر کافی ہیں۔ طبقات رواۃ کے امتیاز اور وضاحت کے لئے علامہ حافظ ابن حجر کی یہ مثال کافی ہے۔ مثلاً زہری کے تلامذہ کے پانچ طبقے ہیں۔ اور ہر طبقہ اپنے سے نیچے کے طبقہ پر فضیلت رکھتا ہے۔ طبقہ اولیٰ اعلیٰ درجہ کی صحت کا موجب ہے۔ اور یہی امام صاحب کا مقصد ہے۔ طبقہ ثانیہ پہلے طبقہ کے ساتھ ثبت ثقاہت وغیرہ میں تو شرکت رکھتا ہے۔ لیکن پہلا طبقہ حفظ و اتقان اور زہری کی طول صحبت میں طبقہ ثانیہ سے بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ زہری کے ساتھ سفر اور حضر میں اس نے ملازمت اختیار کی۔ اور ان کی حدیثوں کی بخوبی ممارست کی۔ اور اچھی طرح ان کی جانچ پڑتال کی۔ اس وجہ سے طبقہ اولیٰ کی حدیثیں زیادہ قابل وثوق ہوئیں۔ طبقہ ثانیہ نے چند روزہ زہری کی صحبت پائی۔ اس لئے یہ بات حاصل نہ ہو سکی۔ نہ ان کو زہری کی حدیثوں سے چنداں ممارست ہوئی۔ (طبقہ اولیٰ کے رواۃ)

یونس بن یزید الایلی۔ عقیل بن خالد الایلی۔ مالک بن انس۔ سفیان بن عیینہ شعیب بن ابی حمزہ

(طبقہ ثانیہ کے رواۃ) اوزاعی۔ لیث۔ ابن سعد۔ عبدالرحمٰن بن خالد بن مسافر ابن ابی ذئب

(طبقہ ثالثہ) جعفر بن مروان۔ سفیان ابن حسین۔ اسحٰق بن یحییٰ کلبی

(طبقہ رابعہ) ربیع بن صالح۔ معاویہ بن یحییٰ الصدفی مثنیٰ بن الصباح

(طبقہ خامسہ) عبدالقدوس بن حبیب۔ حکیم بن عبداللہ الایلی۔ محمد بن سعید المصلوب

طبقہ اولیٰ ہی کے رواۃ امام بخاری کی شرط ہیں۔ کبھی کبھی طبقہ ثانیہ کے رواۃ کی

حدیثوں کو بھی (جن پر ان کو اعتقاد ہے۔) صحیح بخاری میں ان کو لاتے ہیں۔ لیکن بالاستیعاب نہیں بخلاف امام مسلم کے کہ وہ دونوں طبقوں کی حدیثوں کو بالاستیعاب لاتے ہیں۔ اور طبقہ ثالثہ (جن کو امام بخاری نے بالکل ہاتھ بھی نہیں لگایا) کی حدیثوں کو بھی لاتے ہیں۔ گو بالاستیعاب نہیں۔ ہاں طبقہ ثانیہ اور ثالثہ کے رواۃ کی حدیثوں کو امام بخاری تعلیقاً ذکر کرتے ہیں۔ ثانیہ سے زیادہ ثلاثہ سے کم۔ اسی طرح امام نافع اور امام اعمش اور امام قتادہ کے تلامذہ کے پانچ طبقے ہیں۔ اور ان میں بھی وہی صورتیں ہیں۔ یہ ان رواۃ کی حالت ہے۔ جو کثیر الحدیث ہیں۔ وہ رواۃ جو قلیل الحدیث ہیں۔ ان میں امام صاحب کبھی کسی متفرد راوی کی حدیث نہیں لیتے۔ جب تک سلسلہ رواۃ میں اس کا کوئی دوسرا راوی شریک نہ ہو۔ ہاں کبھی کسی راوی پر باوجود تفرد کے جب قوی اعتماد ہو جاتا ہے۔ تو اس کی حدیث لیتے ہیں۔ جیسے یحییٰ بن سعید انصاری لیکن ایسا بہت کم۔ بلکہ شاذ و نادر کرتے ہیں۔

صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر ترجیح اور فضیلت

ان شرائط اور نیز وجوہات مذکورہ بالا کے لحاظ سے تمام مسلمانوں کا اتفاق ہو کر یہ اصولی مسئلہ بن گیا کہ صحیح بخاری کو صحیح مسلم و نیز تمام کتب حدیثیہ پر ترجیح ہے۔ خواہ باعتبار صحت کے ہو۔ یا بوجہ فقاہت کے غرض ہر اعتبار سے اس کو فضیلت ہے۔

تدریب میں ہے۔ والبخاری اصحهما واكثرها فوائد وقيل مسلم اصح والصواب الاول

اور کیوں نہ ہو۔ امام مسلم نے اسی تصنیف کو دیکھ کر اسی پر اپنی کتاب کی بنیاد رکھی اور کچھ اضافہ کیا۔ لیکن پھر بھی اس کے رتبہ کو ان کی کتاب نہ پہنچ سکی۔ امام بخاری کے وہ تلمیذ تھے۔ اور شہادت دیتے تھے۔ کہ امام بخاری اس فن میں ہر طرح منفرد ہیں۔ اور ان کو سید المحدثین کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ حاکم ابو احمد نیشاپوری لکھتے ہیں۔

رحم الله محمد بن اسماعيل فانه الف الاصول يعنى اصول الاحكام من الاحاديث وبين الناس وكل من عمل بعده انما اخذه من كتابه

کمسلم ابن حجاج وقال الدارقطنی لما ذکر عندہ الصحیحان
لولا البخاری لما ذھب مسلم ولاجاء وقال مرۃ اخری وای شئ صنع
مسلم انما اخذ کتاب البخاری فعمل علیہ مستخرجا وزاد فیہ زیادات۔

خدا رحمت نازل کرے۔ امام بخاری پر کہ انہوں نے اصول قائم کئے۔ یعنی احادیث سے احکام کے اصول اور لوگوں کو تعلیم دے کر گئے۔ اور جن لوگوں نے لیا۔ انہیں کی کتاب سے لیا۔ جیسے امام مسلم امام دارقطنی کے سامنے جب صحیحین کا تذکرہ ہوا۔ تو امام دارقطنی رحہ نے کہا۔ کہ اگر امام بخاری کا فیض صحبت نہ ہوتا۔ تو مسلم کا کوئی نام بھی نہ لیتا۔ ایک مرتبہ اور امام دارقطنی نے یہ فرمایا۔ کہ امام مسلم نے کیا کیا۔ صحیح بخاری کو لے کر اسی کی حدیثوں کا استخراج کیا۔ ا کچھ اضافہ کیا۔

بعض مغاربہ نے صحیح مسلم کو ترجیح دی تھی۔ لیکن علمائے نے قدیماً وحدیثاً اس کی مخالفت کرتے آئے۔ اور بعض مغاربہ کے قول کی تاویل اس طرح کی۔ کہ صحیح مسلم کو آسانی کے اعتبار سے ترجیح دی جا سکتی ہے۔ کیونکہ نہ اس میں اس قدر ترقیقات فقہیہ ہیں۔ نہ نکات اصولیہ نہ انتشار سلسلہ اسانید نہ اس قدر اشارات غامضہ جن کے حل کرنے کے لئے سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں۔ اور اس پر بھی علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ امت محمدی کے ذمہ اس کی شرح کا دین باقی ہے (یعنی قرض باقی ہے۔)

حافظ عبدالرحمٰن بن ربیع کا یہ فیصلہ ہے۔

تنازع قوم فی البخاری ومسلم لدی وقالوا ای ھذین مقدم فقلت
لقد فاق البخاری صحۃ کما فاق فی حسن الصناعۃ مسلم

ایک قوم صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ترجیح میں بحث کرتی ہوئی میرے پاس فیصلہ کے لئے آئی۔ اور پوچھا کون ان میں سے مقدم ہے۔ میں نے جواب دیا۔ کہ صحت کے اعتبار سے صحیح بخاری کو ترجیح ہے۔ اور حسن ترتیب کے اعتبار سے صحیح مسلم کو"

لیکن اس فیصلہ میں صحیح بخاری کی صرف صحت کے اعتبار سے فوقیت بتائی گئی ہے۔ حالانکہ علاوہ صحت کے امام بخاری کی فقاہت سونے میں سہاگہ اور خاتم کے لئے فرض ہے۔

امام بخاریؒ کے بارے میں ان کے شیوخ کی رائیں

شیخ کی رائے اس کے تلمیذ کی نسبت جیسی معتبر اور صحیح ہوتی ہے۔ اور ہونی چاہیئے۔ دوسرے لوگوں کی نہیں ہو سکتی۔ نہ معاصرین کی نہ متاخرین کی۔ شیخ تلمیذ کی ذہانت محنت، شوق، جفاکشی، سمجھ فراست سے بہت کچھ واقف ہوتا ہے۔ استاد کو شاگرد کے کسبی یا طبعی جوہر کے جانچنے کا زیادہ موقع ملتا ہے۔ وہ درس دینے میں اچھی طرح تلمیذ کی ہر ادا پر نگاہ رکھتا ہے۔

ہم مناسب خیال کرتے ہیں۔ امام صاحب کے جوہر طبعی یا کسبی کے اندازہ کے لئے امام صاحب کے اساتذہ کے اقوال پیش کریں۔

سلیمان بن حرب کا قول بین لنا اغلاط شعبة پہلے گذر چکا۔ سلیمان بن حرب کے رتبہ سے کون واقف نہیں۔ باوجود استاد ہونے کے امام بخاری سے ان کا یہ جملہ فرمانا کہ مجھے شعبہ کی غلطیوں پر متنبہ کر دیا کرو۔ امام بخاری رح کے تبحر علمی کی بڑی قوی دلیل ہے۔

اسماعیل بن اویس امام مالک کے شاگرد اور امام بخاری و مسلم کے شیخ ہیں ۲۲۶ھ میں وفات پائی۔ امام بخاری جب ان کی کتابوں سے صحیح حدیثوں کو چنتے۔ تو وہ خود بھی اپنے لئے ان منتخب حدیثوں کو لکھ لیتے۔ اور فخریہ بیان کرتے۔ کہ یہ حدیثیں محمد بن اسماعیل (امام بخاری) کی منتخب کردہ ہیں۔ ایک روز امام بخاری سے فرمایا۔ کہ "تم ساری کتابوں کو دیکھ دو۔ اور جس قدر مال و دولت میرے پاس ہے۔ وہ سب تمہارا ہے۔ اور میں تمام عمر ممنون رہوں گا"۔

ایک دن محدثین نے جمع ہو کر امام بخاری سے (اس وجہ سے کہ امام صاحب کو اسماعیل بن اویس بہت مانتے ہیں۔) کہا کہ آپ شیخ سے سفارش کیجیئے۔ کہ آج کچھ حدیث کا درس پڑھا دیں۔ امام نے سفارش کی۔ تو شیخ نے اس سفارش کی یہ قدر کی۔ کہ لونڈی کو بلا یا اور حکم دیا۔ کہ اشرفیوں کی ایک تھیلی لے آ۔ جب اشرفیوں کی ایک تھیلی آگئی تو امام صاحب سے کہا کہ آپ کو تقسیم کر دیجیئے۔ امام نے عرض کیا۔ میں نے حدیث کے درس میں زیادتی

کی درخواست کی تھی۔ اس کی درخواست نہ تھی۔ اسمٰعیل نے کہا۔ آپ کی سفارش منظور ہے اور یہ اس پر اضافہ ہے۔

ابو مصعب احمد امام مالک کے شاگرد ہیں۔ خلیفہ مامون الرشید کی طرف سے مدینہ کے عہدۂ قضا پر مامور تھے۔ ذہبی نے لکھا ہے۔

کان اماما فی السنة والاحکام فقیها فصیحاً بلیغاً

زبیر کہتے ہیں۔ کہ "ابو مصعب بلا شرکت غیرے فقیہہ ہیں"۔ یعنی ان کا کوئی ہم پایہ نہ تھا۔ مولفین صحاح ستہ کے شیخ ہیں۔ ۲۴۲ھ میں وفات پائی۔ وہ فرماتے ہیں۔

محمد بن اسمٰعیل افقه عندنا والبصر بالحدیث من احمد بن حنبل یعنی امام بخاری ہمارے خیال میں امام احمد بن حنبل سے فقاہت میں زیادہ کمال اور حدیث میں زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔ ایک شخص نے اعتراض کیا۔ کہ ابو مصعب! آپ نے تو حد سے بڑھا دیا۔ ابو مصعب بولے۔ اگر تم امام مالک سے ملے ہوتے۔ اور امام بخاری اور امام مالک دونوں کے چہروں پر غور کیا ہوتا۔ تو تم بول اٹھتے کہ دونوں فقاہت اور بصارت فی الحدیث میں برابر نہیں۔

عبد الرحمٰن بن عثمان مروزی کہتے ہیں۔ "میں نے اس جوان امام بخاری سے بڑھ کر مبصر نہیں دیکھا"۔

محمد بن قتیبہ کہتے ہیں۔ کہ ایک روز میں ابو عاصم النبیل کی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے ان کے پاس ایک لڑکے کو دیکھا۔ پوچھا کہ تمہارا وطن کہاں ہے۔ کہا بخارا پوچھا لڑکے کس کے ہو۔ کہا اسمٰعیل کے میں نے کہا۔ تم میرے قرابت دار ہو۔ امام ابو عاصم کے سامنے اسی مجلس میں حاضرین سے ایک شخص نے کہا۔ هذا الغلام ینا طح الکباش یعنی یقادم الشیوخ یعنی یہ لڑکا تو شیوخ وقت کا مقابلہ کرتا ہے۔ حالانکہ ابو عاصم النبیل کا مرتبہ جو فن حدیث میں تسلیم کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے۔ امام شعبہ باوجود اس فضل و کمال کے فرماتے ہیں۔ واللہ ما رایت مثله یعنی ابو عاصم النبیل جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ بڑے بڑے اہل کمال کو ان کی شاگردی پر ناز تھا۔ قتیبہ بن سعید ثقفی امام مالک۔ لیث اور اسماعیل بن جعفر کے شاگرد ہیں۔ امام مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی اور نسائی کے شیخ ہیں۔ یہ بہت بڑے امام مانے جاتے ہیں۔ علامہ حمیدی اور امام احمد ان کے

سانفیوں میں سے ہیں۔ ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔ فقہیہ فرماتے ہیں۔ میں فقہا۔ محدثین۔ زہاد عباد کی خدمتوں میں مدتوں رہا۔ اور ایک زمانہ تک ان کی خوشہ چینی کی۔ لیکن جب سے میں نے ہوش سنبھالا۔ محمد بن اسماعیل (امام بخاری) جیسا جامع کمالات نہیں دیکھا امام بخاری رح اپنے زمانے میں (فہم و فراست عقل و دانش حق گوئی کے اعتبار سے) ویسے ہی تھے۔ جیسے خلیفہ عمر رضا اپنے زمانہ میں اگر امام بخاری صحابہ میں ہوتے۔ تو اللہ تعالےٰ کی ایک بڑی نشانی ہوتے"۔ محمد بن یوسف ہمدانی کہتے ہیں۔ کہ "ہم لوگ قتیبہ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ کہ ایک شعرانی نے جس کا نام ابو یعقوب تھا آکر قتیبہ سے امام بخاری کی تعریف پوچھی۔ قتیبہ نے فرمایا لوگو! سنو میں نے فن حدیث میں بھی مہارت حاصل کی حصہ وراثے میں بھی تبحر حاصل کیا۔ فقہا۔ زہاد عباد کی مجلسوں میں بھی مدتوں بیٹھا لیکن جب سے میں نے ہوش سنبھالا۔ محمد بن اسماعیل جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ قتیبہ بن سعید سے ایک بار مسئلہ پوچھا گیا۔ کہ نشہ میں جو شخص طلاق دے۔ اس کا کیا حکم ہے۔؟ اس وقت اتفاقاً محمد بن اسماعیل پہنچ گئے۔ قتیبہ نے سائل کو مخاطب کر کے فرمایا۔

دیکھو امام احمد بن حنبل اسحاق بن راہویہ علی بن مدینی کو خدا نے تمہارے پاس بھیج دیا ہے۔ ان سے مسئلہ پوچھو۔ مہیار کہتے ہیں۔ میں بصرہ میں قتیبہ بن سعید کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ "میری درس گاہ میں پورب پچھم ساری دنیا کے طلبہ اور محدثین دور دراز کی مسافت طے کر کے پہنچے۔ لیکن اب تک محمد بن اسماعیل (امام بخاری) جیسا شخص نہیں آیا۔

مہیار کہتے ہیں۔ کہ قتیبہ نے صحیح کہا۔ میں نے یحییٰ بن معین اور قتیبہ دونوں کو دیکھا۔ کہ امام بخاری کے یہاں آتے تھے۔ اور یحییٰ بن معین حدیث اور معرفت اسناد میں امام بخاری کے منقاد رہتے

ابراہیم بن سلام کہتے ہیں۔ "روسائے محدثین سعید بن ابی مریم۔ حجاج بن منہال اسماعیل بن ابی اویس حمیدی، نعیم بن حماد۔ محمد بن یحییٰ بن ابی عمر، الخلال حسین بن علی الحلوانی، محمد بن میمون، ابراہیم بن المنذر، ابو کریب محمد بن العلا، ابن الاشج اور ابراہیم بن موسیٰ وغیرہ۔ محمد بن اسماعیل (امام بخاری) کو بصیرت اور معرفت فی الحدیث میں اپنی ذات پر ترجیح دیتے۔

امام احمد بن حنبل جو مذہب کے ایک رکن مانے جاتے ہیں ۔ فرماتے ہیں خراسان کی زمین نے امام بخاری جیسا کسی کو نہیں پیدا کیا ۔ امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ نے اپنے والد سے حفاظ حدیث کا سوال کیا ۔ تو امام احمد نے اوّل اوّل امام المحدثین ہی کا نام لیا ۔

امام المحدثین کی فقاہت کا اندازہ فقہا و محدثین کی شہادتوں سے کیا جا سکتا ہے تو یہ فحول محدثین جو بجائے خود اپنے اپنے منازل پر پہنچے ہیں جن کے مستقل تذکرے لکھے گئے ہیں ۔ امام بخاری کی فقاہت کی کن پرزور لفظوں میں شہادت دے رہے ہیں ۔ لیکن امام کی فقاہت کا معیار ہم اقوال الرجال کو بنانا نہیں چاہتے ۔ بلکہ اس کی جانچ کا طریقہ اور ہے ۔ اس کی مستقل بحث حصۂ ثانیہ میں آتی ہے ۔

یعقوب ابراہیم دورقی اور نعیم بن حماد خزاعی کہتے ہیں ۔ "محمد بن اسمٰعیل فقیہ ہذہ الامۃ" محمد بن بشار (جو بلقب بندار مشہور ہیں ۔ فرماتے ہیں محمد بن اسماعیل افقہ خلق اللہ فی زماننا"

حاشد بن اسمٰعیل کہتے ہیں ۔ میں بصرہ میں موجود تھا ۔ کہ محمد بن اسماعیل (امام بخاری) کی آمد کی خبر پہنچی ۔ محمد بن بشار نے سن کر فرمایا قدم الیوم سید الفقہاء "آج سید الفقہا آتے ہیں"۔

محمد بن ابراہیم بوشنجی کہتے ہیں ۔ کہ میں نے محمد بن بشار کو ۲۴۸ھ میں فرماتے سنا ۔ انا افتخر بہ (محمد بن اسماعیل) منذ سنین میں امام بخاری کی وجہ سے برسوں سے فخر کرتا ہوں ۔ حالانکہ امام بخاری محمد بن بشار کے تلامذہ میں ہیں ۔

علی بن حجر فرماتے ہیں ۔ کہ خراسان نے تین شخصوں کو پیدا کیا ۔ اول ان میں امام بخاری ہیں ۔ اور امام بخاری سب میں زیادہ فقیہ اور سب سے علم میں زیادہ ہیں ۔ (علی بن حجر بڑے پایہ کے محدث ہیں ۔ شریک اور اسماعیل بن جعفر کے تلمیذ اور امام بخاری ۔ نسائی ۔ مسلم اور ترمذی کے شیخ ہیں ۲۴۴ھ میں وفات پائی ۔

احمد بن اسحاق سرماری (جو بہت بڑے ذی علم اور زاہد تھے ۔) امام المحدثین کے شیخ تھے ۔ اور یعلی بن عبید جیسے لوگوں کے تلمیذ تھے ۔ ۲۴۲ھ میں وفات پائی ۔ فرماتے ہیں ۔ کہ جو شخص چاہے ۔ کہ سچے اور واقعی فقیہ کو دیکھے ۔ تو وہ محمد بن اسماعیل کو دیکھے

حاشد بن اسمٰعیل کہتے ہیں۔ میں ایک روز امام صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ کے پاس عمرو بن زرارہ اور محمد بن رافع موجود تھے۔ اور امام المحدثین پر علل حدیث کے سوالات پیش کر رہے تھے جو قبول نہ ہوتے ان دونوں نے حاضرین کو خطاب کر کے فرمایا۔ امام بخاری کی شان میں غلطی نہ کرو جیسا کہ ہم نہیں۔ ان کی مخالفت نہ کرو۔ ان پر ہمارا رتبہ نہ بڑھاؤ۔ وہ ہم سے فقاہت اور بصیرت اور علم میں بڑھے ہوئے ہیں۔

عبید اللہ بن محمد بن سعید کہتے ہیں کہ احمد بن حرب نیشاپوری کا انتقال ہو گیا۔ تو امام اسحٰق بن راہویہ اور امام بخاری رح جنازہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ میں نے اہل علم و اہل بصیرت کو کہتے سنا کہ امام بخاری رح اسحاق بن راہویہ سے زیادہ فقیہ ہیں۔

عبد اللہ بن محمد فرهیانی لکھتے ہیں کہ میں ابن اشکاب کی درس گاہ میں حاضر تھا۔ کہ ایک شخص نے (جو حفاظ حدیث میں شمار کیا جاتا تھا) آکر یہ کہا کہ ہم کو محمد بن اسماعیل (بخاری) کی حاجت نہیں۔ ابن اشکاب یہ جملہ سن کر بہت رنجیدہ ہوئے درس کو بند کر دیا۔ اور ناخوش ہو کر مجلس درس سے اٹھ گئے۔ (ابن اشکاب بڑے پایہ کے محدث امام وقت تھے۔ ذہبی لکھتے ہیں۔ الحافظ الامام ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔)

موسیٰ بن قریش کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے امام بخاری سے کہا۔

انظر فی کتبی واخبرنی بما فیها

آپ میری کتابوں کو دیکھئے۔ اور مجھے ان کی غلطیوں پر متنبہ کر دیجئے۔

امام بخاری نے فرمایا۔ نعم، ہاں۔

یہ حیرت سے دیکھا جائے گا۔ کہ امام بخاری اپنے شیوخ کے علمی مباحث چکانے کے لئے حکم مانے جاتے ہیں۔ اور جو فیصلہ کرتے ہیں۔ بے تامل ان کے شیوخ مان لیتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود اس فن کے ماہر ہیں۔

(تمت بالخیر)